www.KitaboSunnat.com

قاری فہد اللہ مراد☆

جمع کتابی سے متعلق چند توضیحات

’جمع کتابی‘ کے حوالے سے رُشد قراءات نمبر اول میں محترم قاری فہد اللہ مراد کا ایک مضمون شائع ہوا تھا، جس بنیاد پر ملک کے مختلف منحرف حلقوں میں شدید اضطراب کی ایک لہر چل پڑی۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ فتنہ پرداز قراءات نمبر اول دوم میں علوم القراءات کے متعلق پیش کردہ تحقیقی مقالات کے حوالے سے علمی بحث ومباحثہ کے میدان میں اترتے لیکن انہوں نے اس کے بجائے منفی ہتھکنڈوں کا استعمال کرتے ہوئے عوامی حلقوں میں سوچی سمجھی سکیم کے تحت ایک غلط بحث کو یوں جنم دیا کہ رشد قراءات نمبر اول میں شائع شدہ محولہ بالا مضمون کو بنیاد بنا کر ایک طوفانِ بدتمیزی کھڑا کر دیا اور مضمون ۶۷۸ پر ادارہ کے حوالے سے موجود ایک ’خبر‘ کو توڑ مروڑ کر یوں پیش کیا کہ بعض مصلحین بھی ایک نئی بحث کا شکار ہو گئے۔

مجلّات کی دنیا میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ کسی رسالے میں شائع شدہ کوئی مضمون کبھی بھی ادارہ کا مکمل نمائندہ موقف نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ اندرونی ٹائٹل پر ہی اس بات کی وضاحت ’رشد‘ نے خود بھی کی ہوئی ہے کہ ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں۔ اس کے باوجود منکرین حدیث نے ایک ایسی بات، جس کی نہ تو ادارہ نے کلی ذمہ داری قبول کی اور نہ ہی صاحب مضمون نے اسے بیان کیا تھا، نکال کر علم قراءات کے فروغ کے لئے کام کرنے والے اداروں کے سرپرست حضرات سے غلط سلط انداز میں اپنے مطلب کے فتوے حاصل کیئے۔ ہمارا احساس اس سلسلے میں یہ ہے کہ معزز مفتیان اپنی علمی دانش وآگاہی کی بناء پر بخوبی اس بات کو سمجھتے ہیں کہ قراءات عشرہ کے قرآن ہونے کا مسئلہ اپنی جگہ اٹل ہے، البتہ امور شرعی کے نفوذ کے سلسلہ میں اللہ تعالی کی دی ہوئی بصیرت وحکمت سے کا استعمال چونکہ مطلوب شرعی ہے چنانچہ قرآن مجید کی حفاظت کے سلسلے میں اللہ تعالی کئے گئے ہر کام میں اصول مصلحت وسد ذرائع کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ ہم قراءات نمبر کی ان خصوصی اشاعتوں کے اختتام پر ضروری سمجھتے ہیں کہ مختلف قراءات میں قرآنی نسخوں کی اشاعت کے مسئلہ کے حوالے سے پیدا شدہ اس علمی بحث میں اپنا نقطہ نظر بھی موٴقر اہل علم ومفتیان کے سامنے رکھ دیں تاکہ مسئلہ کے بارے میں موجود آراء میں اس پہلو کو بھی ملحوظ رکھا جائے اور افراط وتفریط سے ہٹ کر ایک معتدل رائے قومی سطح پر اختیار کی جائے۔

جناب قاری فہد اللہ کی زیر نظر تحریر اس اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے کہ موصوف نے اپنے مضمون پر اٹھنے والے بعض اعتراضات کی توضیح بھی خود کر دی ہے جبکہ فتنہ پردازوں کی طرف سے اٹھائی جانے والی نئی بحث کے حوالے سے معتدل نقطہ نظر قارئین رشد کے سامنے رکھ دیا ہے۔ [ادارہ]

☆ فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'رشد قراءات نمبر ایک' میں راقم نے ایک مضمون 'حفاظت قرآن کریم کے قدیم و جدید ذرائع' کے عنوان سے تحریر کیا تھا جس میں صدرِ اوّل سے لے کر آج تک قرآن کریم کی حفاظت کے پہلو سے جو کام سرانجام پائے ہیں، ان کا اجمالی تذکرہ کیا تھا اور ساتھ ساتھ اس وقت دنیا میں ہماری اطلاعات کے مطابق خدمت قرآن کے مبارک سلسلہ میں جو کام ہو رہے ہیں ان کا تعارف کروایا تھا۔ جس پر پاکستان میں موجود غلام احمد پرویز کی روحانی اولاد نے ایک فتنہ کھڑا کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلہ میں انہوں نے علمائے اہل السنّت کی طرف رجوع کیا اور مضمون میں موجود بعض سطور کو غلط رنگ دے کر علماء عظام سے اس کی بابت فتویٰ طلب کیا۔ ابھی تک مختلف ذرائع ہمیں تین فتاویٰ جات موصول ہوئے ہیں۔ جن میں سے ایک فتویٰ دار العلوم کراچی سے حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی حفظہ اللہ کا ہے، ایک جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے مولانا مفتی محمد شعیب عالم حفظہ اللہ کا ہے جبکہ تیسرا فتویٰ 'مفتی' طاہر مکی، صدر قرآنی مرکز کراچی کا ہے۔ پہلے دو فتاوی جات میں تو مسئلہ ہذا کے بارے میں علمی و تحقیقی انداز اپنایا گیا ہے لیکن تیسرے فتوی میں شرعی ذمہ داری ادا کرنے کی بجائے شوق فتویٰ نویسی کا پہلو زیادہ جھلکتا ہے۔

پہلے دو فتاویٰ جات کے بارے میں گزراشات

پہلے دونوں فتاویٰ میں جہاں بڑی شدت کے ساتھ قراءات عشرہ متواترہ کی حجیت کی بحث کی گئی ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ ان کے منزل من اللہ اور قرآن ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے، ان کو قبول کرنا واجب اور ان پر اعتماد لازم ہے اور ان کا مخالف گمراہ اور سبیل المؤمنین سے ہٹا ہوا ہے۔ وہاں ان میں یہ بات بھی یکساں ہے کہ پاکستان میں روایت حفص کے علاوہ دیگر متواتر روایات میں مصاحف چھاپنا خلاف مصلحت ہے لہٰذا اس سے گریز کرنا چاہیے۔

اوّلاً: اس مرحلہ پر ہم بھی اپنے مؤقر علماء کرام کے ہمنوا ہیں کیونکہ پاکستان کا تو کوئی ادارہ یہ کام نہیں کر رہا لیکن جو ادارے یہ کام کر رہے ہیں ان کی خدمت میں بھی ہم نے عرض کیا ہے کہ اس کام کو عوامی سطح پر قطعاً نہ لایا جائے اور اگر عوامی سطح پر لانا چاہتے بھی ہوں تو اس قدر عوام میں شعور و آگہی پیدا کرنا ضروری ہے تاکہ کسی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ فتنے کا اندیشہ ختم ہو جائے۔

ثانیاً: اس کے ساتھ ساتھ ہم مسئلہ کی حقیقی نوعیت بھی واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں وہ یہ کہ مذکورہ مصلحت جس کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ عوام میں انکارِ قرآن کا دروازہ نہ کھل جائے یا یہ چیز تحریف قرآن کے سلسلہ میں اہل ضلالت کیلئے مہمیز کا کام نہ دے تو اس بارے میں عرض ہے کہ کیا یہ حکم پورے عالم اسلام کیلئے ہے یا صرف پاکستان کیلئے؟ اگر عالم اسلام کے لیے ہے تو پھر یہ مصلحت کب کی ختم چکی کہ سعودی عرب کا قرآن کریم کی طابعت سرکاری ادارہ 'مجمع ملک فہد' تو کب سے چار متداولہ روایات کے قرآن کریم کروڑوں کی تعداد میں مسلسل طبع کر رہا ہے تو سب سے پہلے تو ان کو متنبہ کرنے کی ضرورت ہے۔ نیز دار القراءات البانیہ (اردن) بھی اس سلسلہ میں کام کر رہا ہے اور اس نے ان چار کے علاوہ دیگر دو غیر متداولہ روایات میں بھی مصاحف شائع کر دیئے ہیں اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے اور وہ یہ سارا کام لجنة مراجعة المصاحف مصر کی زیرِنگرانی ہو رہا ہے۔ باقی اگر یہ خاص پاکستان کے ماحول کا مسئلہ ہے تو تب بھی مسئلہ کی دو نوعیتیں ہیں:

① کیا مصلحت اس بات کی متقاضی ہے کہ اس کام کو مطلقاً ختم کر دیا جائے اور تا قیامت اس خطہ میں اس کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشاعت وترویج پر پابندی عائد کردی جائے؟ یعنی کیا مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کام کو مکمل طور پر ہمیشہ کے لیے دبا دیا جائے؟

④ یا پھر مصلحت کا معنی یہ ہے کہ اس کام میں شرعی کوقدغن نہیں بلکہ یہ ایک مطلوب شرعی ہے کہ اس کی اشاعت و ترویج کی جائے۔صرف وقتی طور پر ایسا کرنا کئی قسم کے اِشکالات کوجنم دیتا ہے، اس لیے پہلے ماحول سازگار کیا جائے پھر اس کی اشاعت ہو

ہماری نظر میں اگر مصلحت کا تعلق مذکورہ بالا دوسری قسم سے ہے تو یہ بات صحیح اور درست ہے اور قرین قیاس ہے کہ پہلے ماحول بنایا جائے بعد میں کوئی ایسا کام کیا جائے اور اسی مصلحت کے پیش نظر ہم نے اپنے مضمون میں یہ تجویز دی تھی کہ اگر یہ کام کر بھی لیا جائے تو عملی سطح پر صرف لائبریروں کی حد تک محدود ہونا چاہئے۔ باقی اگر ہمارے محترم اس سے ایسی مصلحت مراد لیتے ہیں جو ہم نے نمبر ا میں ذکر کی ہے تو ___ معذرت کے ساتھ ___ ہمارا ان سے متفق ہونا مشکل ہے کیونکہ یہ نقطہ نظر صریح شرعی نصوص اور نظریہ سلف سے متصادم ہے۔ کیونکہ قراءات کے مسئلہ میں اختلاف کوئی پہلی بار پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں ہوا بلکہ نزول قرآن کے دور میں اور آپﷺ کی موجودگی میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین قراءات کے سلسلہ میں اختلاف ہوا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کا قصہ موجود ہے تو اس موقع پر آپﷺ نے اختلاف کوختم کرنے کی غرض سے کسی ایک کو یہ حکم نہیں دیا کہ آئندہ تم میں سے کوئی ایک اپنی قراءات ترک کردے بلکہ آپﷺ نے فرمایا:

«إقرء یا هشام فقرأ هذا القراء ة التی سمعته یقرء ها قال رسول اللهﷺ هكذا انزلت ثم قال رسول اللهﷺ إن هذا القرآن انزل علی سبعة أحرف» [صحیح بخاری:۲۴۱۹:۵۰۴۱]

یہاں پر اللہ کے رسولﷺ نے دونوں صحابہ کو سنا اور پھر ہر ایک قرآن کریم کا درجہ اور ساتھ یہ کہا کہ قرآن سبعہ احرف پر نازل ہوا ہے۔

حتیٰ کہ بعض دفعہ صحابہ آپﷺ کی تصریح کے باوجود شک وشبہ کا شکار ہوگئے تو تب بھی آپﷺ نے مصلحت کی بنیاد پر اسے ختم نہیں فرمایا بلکہ صحابہ کو سمجھایا اور علمی وروحانی دونوں طریقوں سے ان کا علاج فرمایا۔

چنانچہ صحیح مسلم میں ہے، سیدنا اُبی بن کعب نے ایک شخص کو مسجد میں اپنے سے مختلف قرآن پڑھتے ہوئے سنا۔ پھر دوسرا شخص آیا اُس نے پہلے شخص سے بھی مختلف قراءات کی۔ نماز سے فراغت کے بعد تینوں صحابہ آپﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سیدنا اُبی رضی اللہ عنہ نے آپﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

«إن هذا قرأ قراء ة أنكرتها علیه و دخل آخر فقرأ سوی قراء ة صاحبه فأمرهما رسول اللهﷺ فقرء ا فحسن النبیﷺ شانهما فسقط فی نفسی التكذیب ولا اذ كنت فی الجاهلیة فلما رأی رسول اللهﷺ ما قد غشینی ضرب فی صدری ففضت عرقاً وكانما أنظر إلی الله فرقاً فقال لی یا أبی أرسل إلی أن یقرأ القرآن علی حرف..........» [صحیح مسلم:۸۲۰]

مذکورہ بالا روایت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین اختلاف قراءت ہوا تو آپﷺ نے اُسے اپنے عمل سے قرآن کا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درجہ عطا فرمایا۔ جس سے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اس قدر شبہات میں گھر گئے کہ انہیں ایسا کبھی جاہلیت میں بھی نہیں ہوا تھا تو آپ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کران کا روحانی علاج کیا اور اللہ نے ان کی شرح صدر فرما دی۔

آپ یہاں غور فرمائیں کہ تکذیب قرآن کے اندیشے کے باوجود وصف بھی آپ ﷺ نے کسی ایسے مصلحت کا سہارا نہیں لیا بلکہ آپ ﷺ نے اسی کو ہی عظیم مصلحت سمجھا کہ قراءت قرآن کی اشاعت و ترویج ہونی چاہیے۔ بلکہ ایک موقع پر تو اللہ کے رسول ﷺ صحابہ کے ایسے طرز عمل سے سخت ناراض بھی ہوئے۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا جو میری قراءت کے خلاف تھی۔ میں نے اُسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا اور آپ کو خبر دی۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی ناگواری کو محسوس کیا، آپ نے فرمایا:

«كلاكما محسن، ولا تختلفوا فإن من كان قبلكم إختلفوا فيه فأهلكم» [صحیح بخاری:۳۴۶۲]

کہ یہ سنتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ کے چہرہ متغیر ہو گیا کہ تم قرآن میں اختلاف کرتے ہوئے حالانکہ دونوں درست ہیں اور ساتھ فرمایا پہلی امتوں کی ہلاکت کا سبب بھی یہ چیز بنی۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ کے پاس یہ معاملہ پیش کیا گیا تو « وغضب حتى عرف الغضب في وجهه» کہ رسول اللہ ﷺ اس قدر غضبناک ہو گئے کہ غصہ آپ کے چہرہ انور سے آشکار ہو رہا تھا۔

تو یہاں آپ ﷺ کے غضبناک ہونے کا سبب یہ ہے کہ قراءت قرآنیہ کے بارے میں تمہارا اختلاف ہو رہا ہے حالانکہ یہ سب کا سب قرآن ہے جب آپ ﷺ کے سامنے اختلاف ہوا اور آپ نے اس کا حل کسی مصلحت کی بناء پر یہ قرار نہیں دیا کہ اس اختلاف کو ختم کر دیا جائے بلکہ آپ نے اُس اختلاف قرآن کریم کا درجہ دیا اور اُمت میں اس کو جاری و ساری فرمایا۔ لہٰذا مصلحت عوام یہ قطعاً نہیں ہے کہ ان کو قراءات قرآنیہ کے علم سے دور رکھا جائے بلکہ مصلحت اس بات میں ہے کہ انہیں قرآن کریم کی تعلیم دی جائے اور قراءات قرآنیہ سے آگاہ کیا جائے تاکہ انہی بھی علوم قرآنیہ کے شناور بننے کی جستجو پیدا ہو۔

✵ مذکورہ بالا اَحادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شرعی مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ قراءات کی زیادہ سے زیادہ ترویج و اشاعت کی جائے۔ مزید ہم یہ چاہتے ہیں کہ جس مصلحت کی بنیاد پر یہ ساری بحث اٹھائی گئی ہے اس کی حقیقت کو بیان کر دیا جائے۔

اصولین کی اصطلاح میں مصالح کی تین اقسام ہیں:

① مصالح معتبرہ (یعنی شرعی مصلحتیں)

② مصالح ملغی (جن کا شرع نے اعتبار نہیں کیا)

③ مصالح مرسلہ (مصالح مرسلہ سے مراد وہ مصالح ہیں جو فقہی ہوتی ہیں اور یہ مصالح فقہی مسائل کی طرح جزوی اور وقتی ہوتی ہیں جبکہ مصالح معتبرہ شرعی مصالح وہ شریعت کی طرح دائمی ہوتی ہیں۔

ہماری رائے میں غلطی یہاں ہوتی ہے کہ بعض مواقع پر شرعی مصلحتوں کو، جو دائمی ہوتے ہیں، بھی مصالح مرسلہ کی طرح وقتی خیال کر لیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض حضرات نے کہا ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مصلحت کی بنیاد پر قرائات کے اختلاف کو ختم کر دیا تھا اور صرف ایک قراءت پر اُمت کو جمع کر دیا تھا۔ حالانکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو کیا جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے جاری کردہ کسی بھی قراءات کو ختم نہیں کر سکتے۔ اسی لیے ابن حزم رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ انہوں نے قراءات کو ختم کر دیا تھا تو ایسا شخص ان کے خروج عن الملة کا قائل ہے۔

لہٰذا وہ مصلحت شرعی کہ جس کی بنیاد پر اللہ کے رسول ﷺ نے قراءات کو اُمت میں رائج کرنے کی تعلیم دی ہے اور صحابہ کے اختلافات کو بطور قرآن ثابت رکھا ہے وہ اس بات کی متقاضی ہے کہ آج قراءات قرآنیہ کو مروج کیا جائے نہ کہ انہیں مصلحت کے نام پر ختم کر دیا جاوے جو حقیقتاً مصالح شرعیہ کے منافی ہے اور یہ مصلحت شرعی یعنی قراءات کو باقی رکھنا دائمی اور ابدی ہے۔ اس کے پھیلانے کے طریقہ کار کو سوچنا چاہئے نہ کہ ختم کرنے کے۔☆

✳ اگر کئی دہائیاں پہلے محافل قراءات وغیرہ کے سلسلے میں بھی یہی مصلحتیں پیش نظر رہتیں تو آج ان محافل کا

رشد قراءات نمبر دوم میں زیر عنوان 'تعارف علم القراءات' ...... سوالات وجوابات' از حافظ حمزہ مدنی کے مضمون سے مصلحت کے متعلق موجود ایک سوال اور اس کے جواب کو ذیل میں افادۂ قارئین کی غرض سے من وعن پیش کیا جاتا ہے۔ سوال: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قراءات کی اجازت اوّلاً تھی، بعد میں منسوخ یا موقوف کر دی گئی؟ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

جواب: بعض منکرین قراءات، جو کہ ابتدائی دور کے لحاظ سے متنوع قراءات کو تسلیم کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں قرآن کریم کو مختلف اندازوں میں پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی، لیکن بعدازاں اس رخصت کو منسوخ کر دیا گیا، کیونکہ جس غرض سے ان قراءات کو پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی وہ غرض پوری چکی تھی، چنانچہ ان قراءات کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی رائے کے ساتھ منسوخ یا موقوف کر دیا۔ اس نقطہ نظر کے حاملین کے ہاں بنیادی طور پر یہ ذہنیت پائی جاتی ہے کہ شریعت کے وہ احکام، جو مصالح ومقاصد کے پیش نظر دیے گئے ہیں وہ وقتی ہوتے ہیں، جنہیں مقاصد کے حصول کے بعد منسوخ یا موقوف کیا جاسکتا ہے۔ ان لوگوں کے ہاں عام طور احادیث میں مذکور احکامات اسی قبیل سے ہیں۔

اس بات کی وضاحت یہ ہے کہ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ شرع میں ذکر کردہ مصالح سے متعلق اَحکام صرف نبی کریم ﷺ کے زمانہ کی رعائت اور حالات کے اعتبار سے مشروع کیے گئے تھے، چنانچہ اُس دور کے حالات سے منسلک احکامات بنیادی طور پر شریعت سے خارج ہوتے ہیں۔ شریعت میں مذکور مصالح، جنہیں اصطلاح اصولیین میں 'مصالح معتبرۃ' کہتے ہیں، سے متعلق احکام کے بارے میں ان لوگوں کے ذہن کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ یہ ان شرعی مصالح کو فقہی واجتہادی مصالح، جنہیں اُصولیوں کی اصطلاح میں 'مصالح مرسلۃ' کہتے ہیں، کی طرح سمجھتے ہیں، حالانکہ اہل سنت کے ہاں شرعی مصلحت دائمی وابدی، جبکہ فقہی مصلحت وقتی وعارضی ہوتی ہے۔

علمائے اصول کے ہاں 'مصالح مرسلۃ' کی نوعیت یہ ہوتی ہے کہ تمدن کی تبدیلی سے پیدہ شدہ نئے حالات میں فقہاء کرام بسا اوقات شریعت کی کسی نص کے انطباق میں شرعی مقاصد (شریعت کی بیان کردہ عمومی مصالح) کا لحاظ رکھتے ہوئے معاملہ کی نوعیت اور مسئلہ کے ہمہ گیر پہلوؤں کی رعائت میں شریعت میں موجود اس واقعہ سے ملتے جلتے واقعات (نظائر) کے بارے میں وارد شرعی نصوص پر قیاس کر کے اجتہاد واستنباط سے کچھ حدود وقیود کا اضافہ یا کمی کر دیتے ہیں۔ تمدن کے نئے تقاضوں سے جو انسانی ضروریات سامنے آتی ہیں، مجتہد کے لیے شرعی مقاصد اور تعلیمات دین کی روشنی میں ان کی رعائت کرنا شارع کا مطلوب ہے، جسے 'اجتہاد' کے مبارک عمل سے پورا کیا جاتا ہے۔ فقہاء کے استنباطات واجتہادی آراء کا شرعی نصوص واحکام سے بنیادی ترین فرق یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ چونکہ خاتم النبیین ہیں، اسی لیے آپ کی لائی ہوئی شریعت بھی ابدی ہے، جسے منسوخ یا موقوف کر کے اب نئی شریعت قیامت تک نہیں لائی جاسکتی، برابر ہے کہ وہ کسی نئے حکم کے وجود میں لانے کی صورت میں ہو یا شریعت میں پہلے سے موجود کسی حکم کو ختم کرنے کے کی شکل میں، لہٰذا شریعت میں مذکور مصالح ورخصتیں بھی روزِ اول سے دائمی حیثیت ہی رکھتی ہیں، جبکہ فقہاء کے ذکر کردہ مصالح کی حیثیت بہرحال یہ نہیں ہے۔

الغرض اجتہاد کے بنیادی مفہوم میں یہ بات شامل ہے کہ یہ شرع کے اندر ہوتا ہے، باہر نہیں اور یہ شرع کے نسخ کا نام نہیں، بلکہ اس کا کام نئے تمدنی تقاضوں کے لیے شریعت کی توضیح وتشریح کرنا ہے، چنانچہ شرع میں جن مقاصد اور جزوی یا کلی مصالح کو سامنے رکھ شرعی احکام دیے گئے ہیں، اب قیامت تک آنے والے انسانوں کے مصالح کا ایک خلاصہ سامنے رکھتے ہوئے ان شرعی احکام کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ابدی ہدایت پیش کر دی ہے، جس میں قیامت تک تمام زمانوں اور لوگوں کی جمیع ضروریات اور طبعی وتمدنی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انعقاد اور قراءات متواترہ کے متعلق عوام میں جو ایک شعور پیدا ہو چکا ہے کبھی نہ ہوتا، ہمارے اَسلاف رحمہم اللہ کی ساری

تقاضوں کا لحاظ کر لیا گیا ہے۔ یہ کہنا کہ اللہ علیم وخبیر نے جن مقاصد ومصالح کی رعائت کر کے اپنے علم وحکمت کی روشنی میں جو احکامات پیش کر دیئے ہیں، بعد کے زمانوں کے بعض مصالح کی ان میں رعائت نہیں کی گئی انتہائی خطرناک بات ہے۔ اس تناظر میں ہمارا کام بس یہی ہے کہ ہم اپنے مخصوص علاقائی اور وقتی تقاضوں کی رعائت میں شرع کی روشنی میں اپنے مسائل کا حل تلاش کریں۔ اس صورت میں جو فقہی واستنباطی راہنمائی سامنے آئی گی وہ بھی علاقائی اور وقتی ہی ہوگی، اسے ابدی اور کلی قرار دینا انتہائی غلط ہوگا۔ عالمگیریت اور ابدیت صرف شرعی احکامات کا خاصہ ہے، فقہی واجتہادی احکام کی یہ صفت نہیں ہے۔

اسی لیے علمائے اصول کے ہاں شرعی مصلحت کو 'حکمت' کہا جاتا ہے، جو رب حکیم کی صفت علیم وخبیر کی روشن مثال ہوتی ہے، جبکہ انسانی مصلحت کو 'حکمت' کے بجائے 'اجتہادی مصلحت' کی متوازی اصطلاح سے بیان کیا جاتا ہے۔ شریعت کی اسی عالمگیریت اور جامعیت کو واضح کرنے کے لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے معارج الوصول فی بیان أنَّ أصولَ الدِّین وفروعَه قد بيَّنه الرّسول ﷺ کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہے، جس کا مطالعہ اس ضمن میں انتہائی مفید ہوگا۔

مذکورہ تمہیدی باتوں کے بعد اب ہم آتے ہیں سوال کے جواب کی طرف تو میں واضح کرنا چاہوں گا کہ منکرین قراءات، جن کی اپنی دینی بنیادیں مضبوط نہیں، انہوں نے فقہی مصلحت کے انداز پر قراءات کی توجیہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر جو قرآن نازل ہوا تھا، وہ تو بنیادی طور پر ایک ہی وجہ یا ایک ہی لہجہ کے ساتھ نازل ہوا تھا لیکن محمد ﷺ نے متاخرین فقہاء کی طرح قرآن مجید کے اندر لوگوں کی مشکلات یا مصلحت وحکمت کی پیش نظر کچھ چیزوں کی گنجائش اپنی طرف سے دے دی تھی۔ ہمارے نقطہ نظر کے مطابق یہ بات اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر یہ معاملہ ایسے بھی ہو، جیسے ذکر کیا جا رہا ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ اگر کوئی بات قرآن یا سنت میں اپنے اجتہاد کی پیش نظر کہیں تو اہل سنت والجماعۃ کے عقیدے کے مطابق چونکہ اس کے اوپر وحی کی نگرانی ہوتی ہے، چنانچہ وہ چیز نتیجتاً وحی بن جاتی ہے، جیسے کہ کنَّا نعزِل والقرآن ینزل[صحیح مسلم ۱۴۴۰] کی مثال ہے۔ اب صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے تو عزل نہیں کیا کرتے تھے، لیکن زمانہ نزول وحی میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا عزل کرنا اور قرآن مجید کا نازل ہونا اور اللہ کے رسول ﷺ کا اس پر خاموش رہنا یہ خود ایک تقریری حدیث کی بنیاد ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس نوع کو اپنی جامع صحیح کے کتاب الاعتصام میں باقاعدہ ایک باب قائم کر کے واضح کیا ہے۔

اس بات کو ایک اور انداز سے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خاموشی سے شرعی حکم کے قرار (تقریر) پا جانے کی اصل توجیہہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے سکوت کا معنی یہ بنتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اُس بات پر سکوت فرمایا ہے، جس پر آپ خاموش رہے ہیں، گویا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی تصدیق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماتے ہیں، جیسا کہ روایات میں موجود ہے کہ بسا اوقات محمد ﷺ نے اجتہاد فرمایا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اجتہاد کے حوالے سے جو کمزوری کا پہلو تھا اسے بیان فرما دیا، تو اگر اللہ تعالیٰ کمزوری کو بیان فرما دیں تو ایسی صورت میں وہ چیز شریعت نہیں بنتی، لیکن اگر واضح نہ فرمائیں تو ایسی صورت میں اللہ کے رسول ﷺ کی خاموشی سے وہ شے شریعت قرار پا جاتی ہے، جسے اصطلاحاً تقریر کہا جاتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا کسی چیز پر خاموش رہ جانے سے جو شے ٹھیک قرار پاتی ہے اسے اِصطلاحاً 'استصواب' کہا جاتا ہے۔

اس حوالے سے اُصولیوں کا ایک قاعدہ ہے: "السکوت فی مَعْرِضِ البَیَانِ بیانٌ"

"جب کسی جگہ بیان کی ضرورت ہو اور بیان کرنے والا ضرورتِ بیان ہونے کے باوجود بیان نہ کرے تو عدم بیان اس چیز کے شرعی جواز کی دلیل ہوتا ہے۔"

چنانچہ جن لوگوں کے ذہن میں یہ اشکال موجود ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے قراءاتِ قرآنیہ کو وحی کے بجائے اپنے اجتہاد سے جائز کر دیا تھا، اگر یہ بات بھی کی جائے تو بھی آپ ﷺ کی اجازت نتیجتاً وحی بن جاتی ہے۔ البتہ امر واقعہ اس کے بالکل خلاف ہے۔ روایات ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے قراءات کے اختلاف کو اپنے اجتہاد سے پیش نہیں فرمایا، بلکہ باقاعدہ اللہ تعالیٰ سے ان کے نزول کا تقاضا دعائیں کر کر کیفرمایا تھا، جیسا کہ جبریل اور میکائیل علیہما السلام کے حوالے سے صحیح روایات میں موجود ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس بنی غفار کے تالاب کے پاس دونوں تشریف لائے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ بار بار تقاضا کر کے اللہ تعالیٰ سے اختلاف قراءات کو طلب فرماتے رہے، میکائیل مزید تقاضے کا مشورہ دیتے جاتے اور جبریل اللہ تعالیٰ کی طرف سے حروف لے کر آتے جاتے =

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخنثیں عبث قرار پاتیں، آج تجوید وقراءات کے ہزاروں مدارس وکلیات اس مملکت خداداد میں موجود نہ ہوتے اور ادارہ رشد کا قراءات قرآنیہ کے سلسلہ میں قراءات نمبرز کی اشاعت جیسا عظیم کام بھی سامنے نہ آتا۔ کچھ عرصہ پہلے دیگر روایات میں صرف 'تلاوت' ہی ایسا ہی جرم تھا جیسا کہ آج مختلف روایات میں مصاحف کی اشاعت!

حتیٰ کہ ہر طلب پر ایک ایک کر کے سات حرف کا نزول ہوا۔[صحیح ابن حبان:۷۳۴] اسی طرح دیگر تمام وہ روایات، جن میں قراءات کے سلسلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلاف کا ذکر ہے، ان میں موجود ہے کہ جب وہ اپنا اختلاف لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے تو آپ ہر ایک کی قراءت سننے کے بعد یوں فرمایا: ''ھکذا أُنزِلَتْ، ھکذا أنزلت''۔[صحیح البخاري:۵۰۴۱] خصوصا خود حدیث 'سبعة أحرف' کے الفاظ ''أنزِلَ القرآنُ علی سبعةِ أحرُفٍ'' میں غور کیا جائے تو سمجھ آتا ہے کہ پہلی روایت کے مطابق ایک حرف کا آسمان سے آنا، پھر دوسرے حرف کا آسمان سے اترنا اور پھر تیسرے حرف کا آسمان سے نازل ہونا، حتی کہ معاملہ کا سات حروف تک اسی نوعیت پر پہنچ جانا، اسی طرح دوسری قسم کی روایات میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین مختلف اندازوں سے پڑھنے کے بارے میں ہر ایک کے حوالے سے آپ کا یوں تصدیق کرنا: ''ھکذا أنزلت، ھکذا أنزلت'' [صحیح البخاري:۵۰۴۱] اور حدیث 'حروفِ سبعہ' میں قرآن کا سات حروف کے ہمراہ نازل ہونے کا ذکر ہونا، یہ سب کچھ بتاتا ہے کہ قراءات کا یہ تمام اختلاف بنیادی طور پر آسمانوں سے نیچے اترا ہے، کیونکہ لغت میں نزول کا یہی معنی لکھا ہے کہ شے کا اوپر سے نیچے اترنا۔ ثابت ہوا کہ معاملہ یہ نہیں تھا کہ آپ ﷺ نے اپنے اجتہاد سے ان کو جائز قرار دیا اور اللہ کے تصویب کے ساتھ ان کو شریعت کا مقام ملا۔

الغرض جب یہ مقدمہ متعین ہوگیا تو اس حوالے سے یہ سوال کرنا بنیادی طور پر درست نہیں رہتا کہ قراءات کی اجازت رسول اللہ ﷺ نے اپنے اجتہاد سے دی تھی اور جب یہ مشکل ختم ہوگئی تو پھر اس اجازت کو بعد از اں حضرت عثمان نے صحابہ سمیت یا بالفاظ دیگر امت نے ختم (منسوخ یا موقوف) کر دیا۔ یہ بات اس لیے غلط ہے کہ ان قراءات کی اجازت وحی سے ملی تھی، وحی کا ذریعہ صراحتاً اللہ کی طرف سے نزول کا ہو یا وحی کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے اجتہاد اور اس پر اللہ کی تصویب کے قبیل سے ہو، ہر دو صورت میں اس گنجائش کو ختم کرنے کے لیے وحی ہی سے نسخ ثابت کرنا ضروری ہے اور اگر وحی سے اس کا نسخ ثابت نہ کیا جاسکے تو کسی بنیاد پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جیسے ہمارے ہاں مصالح مرسلہ اور سد الذرائع کی مباحث چلتی ہیں اور حالات کے تحت اگر پیش نظر وقتی وعارضی مشاکل ومصالح ختم ہوجائیں تو ہم ان اجتہادی آراء کو ختم کردیتے ہیں یا نئے حالات کے مطابق بدل دیتے ہیں، تو دین وشریعت کی مباحث میں بھی اسی طرح کا معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا تھا۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے الإحکام فی أصول الأحکام اور الفصل فی المِلَل والاھواء والنِّحل میں اس قسم کے عقیدے کو شدید ترین گمراہی قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے قطعا ایسا نہیں کیا، بلکہ اگر وہ یوں کرتے تو اس عمل سے ملت اسلامیہ سے خارج ہوجاتے۔[الاحکام:۱/۵۶۵]

اگر اس معاملے کو کسی اصول کے طور پر تسلیم کرلیا جائے تو دین حنیف کے بے شمار وہ احکامات، جو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کی مشاکل کو سامنے رکھتے ہوئے رخصتوں کے ضمن میں پیش کیے ہیں، ان کے بارے میں ملحدین کو یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ جب وہ مشاکل ومصالح ختم ہوجائیں یا حالات کا پس منظر بدل جائے تو دین کے اس قسم کے اَحکامات کو اجماعی یا انفرادی اجتہاد سے ختم کیا جاسکتا ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنا اللہ کے علم وحکمت کے اوپر صریح اعتراض اور رسول اللہ ﷺ کے ختم نبوت کے واضح انکار کے مترادف ہے۔ منکرین حدیث نے اسی مکر وفریب سے قرآن میں خصوصا اور حدیثوں میں عموما وارد شدہ بے شمار جزئی احکامات کا اپنے تئیں انکار یا اجتہاد کے نام پر نسخ کر ڈالا ہے، جیسے قتال کا انکار، کتاب وسنت میں وارد شدہ حدود وتعزیرات کا انکار، حجاب کا انکار، اسبال ازار کا جواز، ڈاڑھی کا انکار، تصویر اور بت سازی کا جواز اور دیگر وہ کچھ جس سے پورے دین اسلام کا نقشہ الٹ کر رہ گیا ہے اور ایک نئے سیکولر اور لبرل اسلام کی تصویر سامنے آرہی ہے۔ میں اس ضمن میں قرآن مجید میں وارد شدہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پیش کرنا ہی بیان کے لیے کافی سمجھتا ہوں:

﴿لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾[النساء:۱۶۶]

نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ کسی شے کو ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو کسی ذات، تمام جن وانس حتی کہ تمام فرشتوں تک کی حاجت نہیں، چہ جائیکہ ایک شے کو اللہ بطور اپنے حکم کے پیش کردیں اور سمجھا جائے کہ اللہ کے حکم کو پوری امت مل کر ختم کرسکتی ہے۔ اھ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باقی عوام کے حوالے سے اس حد تک تشویش بھی مناسب نہیں کیونکہ اولاً تو وہ دینی الجھنوں کے لئے علماء سے رجوع کرتے ہیں اور علماء کرام کا قراءات متواتر کے قرآن ہونے پر اجماع ہے۔ ثانیاً عوام میں روایات مختلفہ میں تلاوت آج سے نہیں تقریباً نصف صدی سے جاری ہے۔ قاری عبدالباسط اور قاری عبدالصمد المصری اور قاری محمد صدیق منشاوی رحمہم اللہ کی مختلف روایات میں تلاوت کے کیسٹیں ہر گھر میں موجود ہیں اور آج ان کو دنیا کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ انہوں نے بھی متعدد روایات میں تلاوت کی طرح اسی غرض سے ڈالی تھی تاکہ عوامی سطح پر قراءاتِ قرآنیہ کو رواج ملے۔ فجزاهم الله خير الجزاء

✳ باقی رہا یہ مسئلہ کہ کیا پاکستان کی سطح پر قرآن کریم کی مختلف قراءات میں اشاعت کے حوالے سے کچھ کام ہوا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں عرض یہ ہے کہ آج سے تقریباً بیس سال پہلے حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ نے جمیع قراءات قرآنیہ میں الگ پاروں کی شکل میں قراءات کے اختلافات کو جمع کر دیا تھا۔ ہمارا یہ یقین ہے کہ اگر ان کو وسائل میسر ہوتے تو وہ باقاعدہ مصاحف کی شکل میں بھی انہیں شائع فرما دیتے، اس کے علاوہ قراءت اکیڈمی لاہور نے قرآن کریم کے حاشیہ پر جمیع قراءت کو بھی کئی برس قبل شائع کر دیا تھا یہ مصحف اگرچہ شامی مصحف کی فوٹو کاپی ہے لیکن عرض یہ ہے کہ اس کام کو سب سے اس طرز یعنی حاشیہ قرآن پر قراءات کے اختلاف کو سب سے پہلے ہندوستان میں کیا گیا۔ باقی رہی عالم اسلام کی بات تو چار متداول روایات، روایت بزی وقنبل، دار القراءات البانیہ سے قرآنی متن کے طور پر شائع ہو چکی ہیں اور دو مزید غیر متداول روایات ہشام اور ابن ذکوان پر کام جاری ہے۔ علاوہ ازیں دار الصحابہ مصر تمام روایات متواترہ کو قرآن کریم کے حاشیہ پر الگ الگ اور مشترک طور پر دونوں صورتوں میں شائع کر چکا ہے۔

☆ مولانا مفتی شعیب عالم صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر قرآن کریم کے رسم وضبط کا خیال رکھے بغیر قرآن کریم کی اشاعت کی جائے تو یہ حرام اور ناجائز ہے اور اگر رسم وضبط کا خیال کر بھی لیا جائے پھر بھی فقہی مصلحت کی بنیاد پر قرآن کریم کی اشاعت نہیں ہونی چاہئے۔

قرآن کریم کی اشاعت بارے میں تو ہم نے صراحتاً ذکر کیا ہے کہ پاکستان کا کوئی ادارہ یہ کام نہیں کر رہا، باقی رہا یہ مسئلہ کہ علم الرسم، ضبط اور علم الفواصل کا پورا پورا لحاظ رکھنا ضروری ہے تو اس بارے میں عرض ہے کہ جن محققین نے کویت کے لیے ایک تحقیقی کام کیا ہے اور وہ تمام بحمد للہ قراءات قرآنیہ کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ علم الرسم، علم الضبط اور علم الفواصل کے بھی ماہر تھے۔ جہاں تک پاکستانی مصاحف میں علم الرسم، علم الضبط اور علم الفواصل کا جو معیار ہے اگر ہم وہ بیان کر دیں تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ ان محققین نے رسم وضبط کا کس حد تک اہتمام کیا ہے! پاکستان میں جس قرآن کریم کو معیار کا درجہ دیا گیا ہے وہ انجمن حمایت اسلام کا شائع کردہ قرآن پاک ہے، جس کے مطابق جمیع مصاحف تیار کئے جاتے ہیں انہی میں ضیاء القرآن پبلیکیشنز کے شائع کردہ قرآن کا جب ہم نے اس حوالے سے تجزیہ کیا تو ایک بارے میں اوسطاً رسم کی ۶۰ اور ضبط کی ۲۰۰۰ کے قریب اغلاط موجود تھیں، اس میں اگر علم الفواصل کی اغلاط کو شمار کیا جائے تو یہ تعداد کہیں کی کہیں پہنچ سکتی ہے۔ اور اس کمی کا پاکستان کے جمیع محقق قراء اور اساتذہ کرام کو اعتراف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ (مزید وضاحت کے لئے رشد قراءات نمبر حصہ اول میں جناب رشید احمد تھانوی کا مضمون 'رسم عثمانی اور پاکستانی مصاحف کی صورت حال'، شمارہ ہذا میں قاری محمد مصطفیٰ راسخ کا مضمون 'پاکستان میں مطبوعہ مصاحف کی حالت زار اور ایک محقق مصحف کی ضرورت' اور پروفیسر احمد یارؒ کی کتاب 'قرآن وسنت چند مباحث کا مطالعہ مفید ہو گا۔)

واضح رہے کہ ان محققین قراءات نے کویت کیلئے جو کام کیا ہے اس میں رسم، ضبط، علم الفواصل اور عد الآی کیلئے اصل مصادر و مراجع کے ساتھ ساتھ 'مجمع ملک فہد' کی طرف سے شائع شدہ مصاحف کو بنیاد بنایا ہے جن کی صحت پر عالم اسلام کے تمام محقق اہل فن کا اتفاق ہے۔

مولانا شعیب حفظہ اللہ سے شکوہ

مولانا شعیب عالم حفظہ اللہ اپنے تفصیل فتویٰ کے آخر میں فرماتے ہیں:

''مذکورہ اَقدام کے اعلان کے ساتھ ہی مسلمانوں کے پرسکون ماحول میں اضطراب پیدا ہو چکا ہے۔ سوالات کی کثرت اس آنے والے طوفان کی خبر دے رہی ہے۔ جب یہ طوفان در و دیوار کے ساتھ ٹکرائے گا اس وقت اس کی شدت ہر کس و ناکس جان لے گا۔ کاش ہم اس کی آمد سے قبل بادلوں کے بدلتے ہوئے تیور اور سمندر کی مضطرب موجوں سے اس کا اندازہ لگاسکیں کچھ بعید نہیں کہ یہ کوشش و جسارت آگے چل کر کتاب اللہ کے ابدی وعدے کو غیر مؤثر بنانے کی اسکیم کا حصہ ہو۔''

اس پیراگراف میں جو تاثر دیا گیا ہے اس سے خود مولانا بھی بخوبی آگاہ ہیں اور قارئین بھی اندازہ کر سکتے ہیں۔ جس سے ان کے مخاطبین کو شدید تکلیف ہوئی ہے کہ ہم تو وہ کام کر رہے ہیں جو خود آپ جیسے علماء اور جامعہ العلوم الاسلامیہ جیسے مدارس کا تھا تو آپ نے ہمارے بارے میں بھی مذکورہ جذبات کا اظہار کر دیا ہے ان محولہ سطور میں جو بات زیادہ قابل اعتراض اور قابل توجہ ہیں ہم عرض کئے دیتے ہیں۔

محترم مولانا نے فرمایا کہ اس اَقدام کے اعلان کے ساتھ ہی مسلمانوں کے پرسکون ماحول میں اضطراب پیدا ہو چکا ہے۔ سوالات کی کثرت اس آنے والے طوفان کی خبر دے رہی ہے۔

تو سب سے پہلے تو کسی ایسے اقدام کا اعلان ہوا ہی نہیں ہے اور پھر اس سے مسلمانوں کے پُرسکون ماحول میں قطعاً کوئی اضطراب پیدا نہیں ہوا، جن کے ماحول میں اضطراب پیدا ہوا ہے وہ اس پرویز کی روحانی اولاد ہے جس کی تکفیر خود اہل السنۃ والجماعت کر چکے ہیں۔ یہ بے چینی ان منکرین حدیث وقرآن کو ہوئی ہے جو کہ حدیث کے انکار کی بہت بڑی بنیاد ان روایات کو بھی بناتے ہیں جن میں قراءات قرآنیہ کی تائید موجود ہے تو ان کے بحر مردار میں تلاطم یقینی ہے اگر میرے محترم مولانا کو اس کا اندازہ نہیں ہے تو 'طلوع اسلام' اور 'البلاغ' کے چند سابقہ شمارے اُٹھا کر دیکھ لیں کہ ان کے وجود بیمار میں کس قدر ہیجان کی کیفیت ہے اور آپ کے ہاں سوالات کی کثرت بھی انہی کے چیلے چانٹوں کی طرف سے ہے اور خود مذکورہ سائل ذاکر حسین بھی اسی طبقہ کا فرد ہے جس کی بیمار ذہنی کا اندازہ آپ اس سوالات کے مختلف اسالیب سے کر سکتے ہیں۔

باقی یہ طوفان جن کی در و دیوار کو سے ٹکرائے گا وہ آپ اور ہم نہیں ہیں وہ یہ منکرین حدیث ہیں جن کے چیخنے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلانے کے باوجود اللہ کے اس نور کی تکمیل ہو کر رہے گی۔﴿وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ﴾

جناب شیخ! آپ کے ان الفاظ نے ہمارے قرآنی جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔آپ نے فرمایا ہے ''کچھ بعید نہیں کہ یہ کوشش و جسارت آگے چل کر کتاب اللہ کے ابدی حفاظت کے وعدے کو غیر مؤثر کرنے کی اسکیم ہو۔''

اگر آپ ان جملوں کی گہرائی پر غور فرمائیں تو اندازہ ہوگا کہ خادمین قرآن کیلئے یہ کس قدر تکلیف کا باعث ہیں، کیا ہمارے اَسلاف جو آپ کے بھی اَسلاف ہے انہوں نے جو بھی کام کیا ہے اُسے 'جسارت' کے لفظ سے خراج تحسین پیش کرنا چاہئے؟ ہم نے حضرت قاری عبد اللہ مکی ، حضرت قاری عبد الرحمٰن مکی، حضرت قاری عبد المالک المکی رحمہ اللہ، حضرت قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ، حضرت قاری شریف صاحب، حضرت قاری حسن شاہ حضرت قاری محی الاسلام ،حضرت قاری فتح محمد پانی پتی رحمہ اللہ، حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ کی برسوں کی محنتوں کو الفاظ کا جامہ پہنا کر قراءات نمبرز کی شکل میں آپ کی نذر کیا ہے۔ یا پھر یہ کہ کیا قرآن کریم کی وہ اشاعت جو دیگر روایات میں اس وقت پورے عالم اسلام میں ہورہی ہے۔کیا اُسے 'جسارت' کہنا چاہئے اور اس سارے کام کو قرآن کریم کی ابدی حفاظت کو غیر مؤثر کرنے کی اسکیم کہنی چاہئے یقیناً یہ بہت بڑا کلمہ ہے جو اہل قرآن کی صدیوں کی محنت کو یک لخت خاک میں ملا دیتا ہے۔اللہ ہمیں صحیح صورت حال کو سمجھنے کی توفیق دے اور ہمیں بھی محافظین قرآن کی قابل رشک صف میں روزِ قیامت کھڑا فرمائے۔(آمین یارب العالمین)

تیسرے فتوی کے بارے میں گزارشات

منکرین حدیث کے گروہ سے کسی خیر و بھلائی کی امید تو کبھی نہیں رہی، لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ 'منکروں کا ٹولہ' ایک وقت بنیادی انسانی اور اخلاقی قدروں سے بھی تہی دامن ہوجائے گا۔

ان سطور سے ہمارا مقصود اَپنے ان اَلفاظ کی وضاحت کرنا ہے جنہیں حضرت مکی نے اپنی فریضہ کی انجام دہی میں بہت اچھالا ہے، لیکن سب سے پہلے ہم ذاکر حسین کے اِستفتاء اور حضرت کے فتوی میں بکھیرے گئے علمی و تحقیق فن پاروں کی بھی نشاندہی ضروری سمجھتے ہیں تاکہ علم و حکمت کے متلاشی اپنی پیاس بجھانے کی غرض سے اس علم کے 'بحرالکاہل' کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

بلا تاخیر ہم ذاکر صاحب کے سوال اور مفتی صاحب کے جواب کا تذکرہ کرتے ہیں۔

بعد از سلام کچھ یوں گویا ہوئے ہیں۔

''لاہور سے اہل حدیثوں کے ایک انتہا پسند گروپ کا ماہنامہ 'رُشد' نکلتا ہے۔''

سب سے پہلے تو ہم ان کے مشکور ہیں کہ انہوں نے مفتی صاحب و مسلمانان پاکستان کے علم میں اِضافہ فرمایا ہے کہ 'لاہور سے ماہنامہ رُشد نکلتا ہے' باقی رہی بات 'اہلحدیثوں کے ایک انتہا پسند گروپ' کی تو ہمارے مجلّہ کے ٹائٹل، بیک ٹائٹل، سرورق پر کسی جگہ بھی مکتوب نہیں ہے کہ یہ اہلحدیثوں کا نمائندہ مجلّہ ہے، بلکہ اگر جناب والا بیک ٹائٹل کو بغور نہیں سرسری نظر سے بھی پڑھ لیتے تو واضح ہوجاتا کہ صاحبان 'رُشد' کس نقطہ نظر کے حامل ہیں۔ رُشد کے الحمد للہ اغراض میں یہ بات شامل ہے کہ رُشد کا مقصد کسی خاص فقہی مکتبۂ خیال کے بجائے دینِ اسلام کی ترجمانی کرنا تاکہ وحدت اُمت مرحومہ کو قائم رکھا جاسکے۔ رہا 'انتہا پسند گروپ' تو یہ جملہ ان منکرین حدیث وقران نے اپنے پرانے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دکھوں کے مداوے کے طور پر درج کیا ہے کیونکہ الحمدللہ ادارہ اپنے مؤقر جریدے ماہنامہ 'محدث' کے ذریعہ 'فتنہ انکارحدیث' کی سرکوبی کرتا رہتا ہے، باقی رہی یہ بات کہ پاکستان کے جمیع مکاتب فکر ہمیں کس نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ آپ 'رُشد' قراءات نمبر حصہ دوم، سوم میں علماء کے فتاویٰ، تبصرہ جات سے بخوبی اَندازہ کرسکتے ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

''جس نے اپنے جون ۲۰۰۹ء کے صفحہ ۶۷۸ پر لکھا ہے کہ اختلاف قراءت پر مبنی تین اختلافی قرآنی مصاحف (ورش کا، قالون کا، دوری کا) پاکستان سے باہر شائع ہو چکے ہیں۔''

جبکہ صفحہ ۶۷۸ پر یہ عبارت یا اس سے ملتی جلتی عبارت یا کسی بھی اُسلوب میں ہم نے یہ خبر دی ہو کہ مصاحف شائع ہو چکے ہیں، سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ مجھے تو حیرت جناب مفتی صاحب پر ہے کہ خود انہوں نے بھی یہ زحمت نہ فرمائی کہ کم سے کم تصدیق کے لیے سارا مجلّہ نہیں کم اَز کم صفحہ نمبر ۶۷۸ کو ہی دیکھ لیتے کہ ذاکر صاحب کی بصارت کہیں ٹھوکر ہی نہ کھا گئی ہو۔ سائل بعد اَز نکتہ اوّل یوں گویا ہوتے ہیں:

''اب موجودہ قرآن کریم کے علاوہ مزید ۱۶ قاریوں کے اختلافات والے قرآنی مصاحف وہ شائع کردے گا۔''

ہم اپنے مؤقر سوال نویس اور جواب نویس سے کم از کم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ ہم نے صفحہ نمبر ۶۷۸ پر کس جگہ لکھا ہے کہ رُشد عنقریب اسے شائع کر رہا ہے یا مستقبل میں اس کو شائع کرنے کا پروگرام رکھتا ہے، بلکہ ہم نے تو اُن عالمی اداروں کی خدمت میں بھی یہ عرض کیا ہے کہ اگر علمی سطح پر اس کام کو کر بھی لیا جائے تو اس کو لائبریریوں تک ہی محدود رکھا جائے، اگر عوامی سطح پر لانا بھی ہے تو پہلے عوام میں اس قدر آگہی وشعور پیدا کیا جائے تاکہ کسی فتنہ کا اندیشہ نہ رہے۔ باقی کلیۃ القرآن کے فضلاء نے جو ایک علمی کام سرانجام دیا ہے اس کے بارے میں بھی کھلے لفظوں لکھا ہے کہ کویت کے ایک عالمی ادارے کے لیے کیا ہے اور ان سے سفارش کی ہے کہ وہ مصاحف کے سلسلہ میں معروف عالمی اداروں سے نظر ثانی کئے بغیر شائع نہ کریں۔ جیسا کہ اسی قراءات نمبر ا کے صفحہ نمبر ۶۸۱ پر ہماری سفارشات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ اصل میں جو تکلیف طبقہ مذکورہ یعنی 'منکرین کے ٹولے' کو ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے کہا کہ انکار حدیث کے فتنے کا بھی اس سے سدباب ہوگا۔ ان کے پیٹ میں مروڑ اس بات اُٹھا ہے کہ کہیں ہماری غیر مسلم چاکری، اور اُن سے مسلمانوں میں فتنے پھیلانے کے لیے جو من وسلویٰ بٹورتے ہیں اُس کے سلسلہ پر ختم شد کی مہر ثبت نہ ہو جائے۔

اِس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

''تاریخ اسلام میں یہ اس زمانہ کی نئی بدعت ہوگی۔ خلافت راشدہ سے اُموی خلافت، عباسی خلافت، عثمانی (ترکی) خلافت میں کبھی ایسا نہیں ہوا اور نہ ہی برصغیر میں ایسا ہوا ہے حتیٰ کہ کسی غیر مسلم تک کو اس کی جرأت نہیں ہوئی۔''

سائل ذاکر کی تاریخ بینی اور پھر قرآنی معلومات بھی بہت خوب ہیں کہ اِختلافِ قراءات کے ساتھ آج تک دنیا میں کوئی مصحف نہیں شائع ہوا۔ تو اس سلسلہ میں مشورہ مخلصانہ یہ ہے کہ آپ نے ہماری ان چند سطروں کی نقاب کشائی کیلئے جو چند دنوں میں اِسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کا تفصیلی مطالعہ کر ڈالا ہے بہتر یہ تھا کہ آپ صرف خلافتِ راشدہ کے دور کا ہی تحقیقی مطالعہ فرما لیتے تو بخوبی علم ہو جاتا کہ مصاحفِ عثمانیہ میں بھی باہم فرق تھا۔ اور مزید گزارش ہے کہ اپنی اس تاریخی ریسرچ میں ہو سکے تو قراءات نمبر حصہ اوّل کے مضمون 'مروجہ قراءاتِ قرآنیہ اور مطبوع مصاحف کا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائزہ' کو بھی شامل فرمالیں یا پھر کم ازکم قراءات نمبر حصہ دوم کے ٹائٹل کو ہی دیکھ لیں تاکہ تاریخ اسلامی کے قرآنی پہلو کا بھی آپ کو علم ہوسکے۔ باقی یہ کہ آپ کو بات کی سمجھ کس قدر آتی ہے تو اس بارے میں ہم سوائے نیک خواہش کے اور دعا کے کچھ بھی نہیں کرسکتے۔

اس کے بعد ہم الجواب کی طرف آتے ہیں اور فاضل مفتی صاحب کی اِفتاءنظری کا جائزہ لیتے ہیں۔ خطبہ کے بعد تمہید کا آغاز ہوتا ہے، فرماتے ہیں:

''جیسا کہ سائل نے سوال میں اس حقیقت کا اظہار کردیا ہے کہ اختلاف قراءات پر مبنی قرآنی مصاحف شائع کرنے کی جرأت خلافتِ راشدہ سے اُموی خلافت، عباسی خلافت، عثمانی (ترکی) خلافت تک حتیٰ کہ شیعہ مملکت ایران تک میں نہ شاہ کے زمانہ میں نہ خمینی کے بعد کسی نے بھی نہیں کی۔''

اس پر یہ مثل خوب صادق آتی ہے: 'چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ'

کہ چھوٹے میاں ایران کا تذکرہ بھول گئے تھے بڑے میاں نے اسے بھی شامل کردیا۔ ہماری گذارش ہے کہ دوبارہ دنیا کا نقشہ گھما کر تسلی کرلیں ممکن ہے کوئی ملک رہ گیا تاکہ بعد کی پشیمانی سے قبل از وقت بچا جاسکے۔

دوسری لطیفے کی بات یہ ہے کہ بڑے میاں یہاں کوئی اپنی بات ذکر نہیں کررہے بلکہ چھوٹے میاں کی ہے بات کو دوہرا رہے ہیں۔ جیسا کہ ان مذکورہ بالا اقتباس سے واضح ہے لیکن لگتا ہے فتویٰ لکھتے وقت شاید ہوا تیز چل رہی تھی کہ جو مقدس سوال نامہ سامنے سے غائب ہوگیا ہے کیونکہ سوال میں سائل نے ایران کا اور ایران کے دونوں اَدوار قبل اَز انقلاب اور بعد اَز اِنقلاب کا تذکرہ نہیں کیا جو شاید سہواً ہوگیا ہے اور اسی طرح سائل ذی ــــــ وقار نے برصغیر کا تذکرہ کیا جو بڑے میاں عمداً، سہواً یا نشۃً بھول گئے ہیں۔ بہرحال قارئین درست فرمالیں۔

اس کے بعد پھر مفتی صاحب کے کیا کہنے! بس قرآنی معلومات کی بوچھاڑ کردی ہے۔ کرتے بھی کیوں نہ، وہ قرآنی مرکز کے صدر نہیں ہیں؟

فرماتے ہیں:

''پہلی مرتبہ، یہ حرکت مشہور مستشرق آرتھر جیفرے نے بیسویں صدی میں کرنے کی کوشش کی تھی۔''

لگتا ہے ان کی نظر 'رُشد' قراءات نمبر اول کے مضمون 'اختلاف ِقراءاتِ قرآنیہ اور مستشرقین' پر پڑگئی ہے کیونکہ جن صدر صاحب کو یہ نہیں پتہ کہ قرآن کے اعراب پر کس نے کام کیا ہے ان کی جانے بلا کہ مستشرقین کے کام کی نوعیت کیا ہے؟ مزید فرماتے ہیں:

''ان نادان دوستوں کی پشت پر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اَیسا دماغ کام کررہا ہے جو چاہتا ہے کہ خلافتِ راشدہ سے خلافت عثمانیہ (ترکی) تک کے اِجماع اُمت کے خلاف ان سے اس بدعت کی جرأت کرائے جو درحقیقت قرآن دشمنی پر منتج ہوتی ہے۔''

یقیناً ہماری پشت پر ایسا ہاتھ ہے جو ہمیں یہ کام کرنے پر مجبور کررہا ہے، وہ یہ کہ جمہور ائمہ مسلمین صحابہ سے لے کر آج کے دن تک ہمارے ساتھ ہیں جو قراءاتِ عشرہ متواترہ کو بالاتفاق قرآن مانتے ہیں اور اہل السنۃ والجماعت میں سے ایک بھی امام یا ادنیٰ عالم بھی قراءاتِ عشرہ کے قرآن ہونے کے بارے میں متردّد نہیں ہے۔ باقی رہا وہ اجماع کہ جس کے بارے میں ہمارے موصوف نے دعویٰ کیا ہے ہماری نظر میں دو حال سے خالی نہیں، یا تو یہ اس بات کو اجماع کہتے ہیں جو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے ممدوح سائل یا ان کا حلقہ منکرینِ حدیث کا اتفاق ہو یا پھر جس بات کا اُنہیں علم نہ ہو اُسے اجماع کہتے ہیں۔ ہم ان کے نظریہ اجماع کی توضیح کے منتظر رہیں گے کیونکہ جو اجماع اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں ماخذ شرع کے طور پر معروف ہے وہ تو یہ ہے کہ قراءاتِ عشرہ متواترہ بالاتفاق کلام اللہ اور مروی عن رسول اللہ ﷺ ہیں۔ لہٰذا جب ایک چیز قرآن ہے تو اس اشاعت ترویج پر مخلص مسلمان کا فریضہ جو ہم نے قراءات نمبر کی صورت میں بحمد للہ ادا کیا ہے جو کہ منکرین قرآن وحدیث کسی صورت بھی ہضم نہیں کر پائیں گے۔

اب ہم حضرت مفتی صاحب اس عبارت تک الحمدللہ پہنچ چکے ہیں جس نے جناب والا کے 'علم وفضل' کا ہم پر پول کھولا۔ چنانچہ حضرت رقم طراز ہیں:

''سب کو معلوم ہے کہ غیر عرب مسلمانوں کی تعداد میں بکثرت اضافہ ہونے کی وجہ سے (جو عربی نہیں جانتے تھے) ان کی سہولت کے لیے خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بصرہ کے گورنر زیاد کی زیرنگرانی میں ابوالاسود دؤلی نے قرآن کریم پر اعراب (زبر، زیر، پیش) لگائے تھے پھر خلافت عبدالملک اور خلافت ولید میں عراق کے گورنر حجاج بن یوسف کی نگرانی میں اسی ابوالاسود دؤلی کے دو شاگردوں یحییٰ بن یعمر اور نصر بن عاصم نے اعراب لگانے کی محنتوں کو انتہا تک پہنچا دیا۔''

تاریخ اسلام کے بارے میں اپنی معلومات کا یوں آغاز ہوتا ہے۔ الہام ہوتا ہے خلیفہ راشد حضرت علی اور حضرت معاویہ کی خلافت میں بصرہ کے گورنر زیاد کی نگرانی میں ابوالاسود دؤلی نے قرآن پر اعراب لگائے۔

مؤرخ موصوف کے نزدیک شاید گاڑی کے دو پہیوں کی طرح خلافت سیدنا علی رضی اللہ عنہ وخلافت معاویہ رضی اللہ عنہ چل رہی تھی اور دونوں بزرگ مشوروں سے گورنروں کا تعین کررہے تھے کیونکہ دونوں کی خلافت اکٹھی شروع ہوئی تھی۔ حالانکہ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کا نام تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری کے بعد دیا گیا ہے۔ باقی رہا زیاد کی تقرری کا مسئلہ اور قرآن پر اِعراب لگانے کا کام تو وہ ایک علیحدہ واقعہ ہے۔ جس کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے سرے سے کوئی تعلق نہیں اور زیاد بن ابی لزیاد رضی اللہ عنہ کو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۴۵ھ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے پانچ سال بعد بصرہ کا گورنر بنایا تھا۔

باقی رہا اِعراب قرآن کا مسئلہ تو اس کی تفصیل صاحب ارشاد الطالبین نے یوں بیان کی ہے، فرماتے ہیں:

«والصحیح کما نص علیه جماعة من العلماء منهم الدانی و ابوداؤد وابوحاتم أن أول من وضعه ابوالاسود الدؤلی بأمر زیاد بن ابی زیاده والی البصرة فی خلافت معاویه بن ابی سفیان»

''صحیح اور درست بات یہ ہے جیسا کہ علماء کی ایک جماعت جس میں امام دانی رحمہ اللہ، ابوداؤد رحمہ اللہ اور ابوحاتم رحمہ اللہ شامل ہیں نے تصریح کی ہے کہ قرآن کریم کے اعراب کا واضع ابوالاسود الدؤلی ہے جس نے یہ کام زیاد بن ابی زیادہ کے حکم پر کیا تھا جو خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں بصرہ کا گورنر تھا۔'' [ارشاد الطالبین:۵]

اس کے سبب وضع کے بارے میں لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں زیاد کے بیٹے عبیداللہ کو اپنے ہاں بلایا جب اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی تو کلام میں غلطیاں کیں، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے واپس بھیجا دیا اور ساتھ اس کے والد کو ملامتی خط بھی لکھا کہ آپ کا بیٹا گفتگو میں لحن کرتا ہے۔ اس پر زیاد نے ابوالاسود الدؤلی کی طرف پیغام بھیجا اور کہا کہ عجم نے لغت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرب کو خراب کر دیا ہے۔ اگر کوئی ایسی چیز وضع کر دیں جس سے لوگ اپنی کلام کو درست کر سکیں اور قرآن کریم کو بھی اعراب لگا سکیں تو ابوالاسود نے اس سے انکار کر دیا تو زیاد نے ابوالاسود کے راستے میں ایک شخص کو بٹھا دیا اور اُسے کہا کہ جب ابوالاسود گزرے تو کلام اللہ میں کچھ جان بوجھ کر غلط پڑھنا لہٰذا جب ابوالاسود گزرے تو اس نے ﴿إِنَّ اللهَ بَرِیٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَ رَسُوْلُهٗ﴾ [التوبۃ:۳] میں لفظ 'رسوله' کو لام کے جر کے ساتھ پڑھا تو ابوالاسود زیاد کی طرف لوٹ کر آئے اور کہا میں تیری درخواست کو قبول کرتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ اس کی ابتداء قرآن کریم کے اعراب سے کروں۔ [ارشاد الطالبین: ٦]

لہٰذا مذکورہ واقعہ بالکل واضح کر رہا ہے کہ یہ کام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

ویسے ہمیں جو ان کے بارے میں احساس ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ان کو دو دو خلیفوں کا نام ذکر کرنے کا شوق ہے جیسا کہ آئندہ ہم ذکر کرتے ہیں یا پھر یہ بات ہے انہوں نے کئی افراد سے پوچھا ہوگا کہ یہ واقعہ کس خلیفہ کے دور کا ہے لوگوں میں سے بعض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اور بعض نے معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام لیا ہوگا۔ انہوں نے بجائے تحقیق کرنے عوام پر چھوڑ دیا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک ضرور ہے باقی اگر کسی کو زیادہ ہی تحقیق کا شوق ہو تو وہ خود تحقیق کر لے کیونکہ مفتی کا کام فتویٰ دینا ہوتا نہ کہ صحیح فتویٰ دینا۔

آگے پھر مفتی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے مفتی دوراں وصدر قرآنی مرکز قرآن کریم کے بارے میں بنیادی معلومات غلط دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پھر خلافت عبدالملک اور خلافت ولید میں عراق کے گورنر حجاج بن یوسف کی نگرانی میں اسی ابوالاسود الدؤلی کے دو شاگردوں یحییٰ بن یعمر اور نصر بن عاصم نے اعراب لگانے کی محنتوں کو انتہا تک پہنچا دیا۔''

اب حضرت مفتی صاحب نے اِنتہائی بالغ نظری کا ثبوت دیتے ہوئے یحییٰ بن یعمر اور نصر بن عاصم کے کام کا انتہائی باریک بینی اور لطافت سے تعارف کروایا ہے۔ فرماتے ہیں:

کہ یحییٰ بن یعمر اور نصر بن عاصم نے اعراب لگانے کی محنتوں کو انتہا تک پہنچا دیا۔''

حالانکہ ان دو محترم شخصیات نے اعراب قرآن پر سرے سے کوئی کام کیا ہی نہیں ہے جبکہ موصوف نے اُسے اعراب کے کام کی انتہا تک پہنچا دیا ہے اور جو کام ان دو حضرات نے کیا تھا میرے ممدوح کو بالکل ابجد سے بھی واقف نہیں۔ آیئے ہم بتائے دیتے ہیں کہ ان بزرگوں نے کیا خدمت انجام دی تھی۔

اَصل بات یہ ہے کہ قرآن کریم پر جس طرح اعراب نہیں لگے ہوئے تھے جنہیں ابوالاسود الدؤلی نے پہلی مرتبہ نقطوں کی شکل میں ظاہر کیا تھا کہ زبر کے لیے حرف کے اوپر ایک نقطہ، زیر کے لیے حرف کے نیچے اور پیش کے لیے حرف کے سامنے ایک نقطہ لگایا تھا۔ اس کی مزید تفصیلات فن ضبط کی کتب میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کے حروف پر حروف معجمہ اور مہملہ کے فرق کے لیے بھی نقطے موجود نہیں تھے (یعنی س اور ش، اور ص ض وغیرہ) کے امتیاز کے لیے بھی کوئی علامت موجود نہیں تھی۔ چنانچہ عبدالملک بن مروان کے حکم پر حجاج بن یوسف نے مذکورہ دونوں شخصیات سے یہ نقطے لگوائے تھے جنہیں نقط الإعجام کہا جاتا ہے اور جو نقطے ابوالاسود نے لگوائے تھے انہیں نقط الإعراب کہتے ہیں۔ تفصیل کے لیے 'الطراز فی شرح ضبط الحراز' تحقیق دکتور احمد بن احمد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرشال کے باب اوّل کا مطالعہ کیجئے ،البتہ ہم 'الدین النصیحہ' کے تحت یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ اعراب قرآن پر ابوالاسود الدؤلی کے بعد سب سے زیادہ اور اہم کام خلیل بن احمد الفراہیدی کا ہے۔

مفتی صاحب کے فتویٰ سے ہمیں اس بات کا بھی بخوبی اَندازہ ہوگیا ہے کہ کج بحثی میں مہارت بھی خاص لوگوں کا امتیاز ہے جس میں جناب اعلیٰ کو یدطولیٰ حاصل ہے کیونکہ ایک بات کا بار بار تکرار، غیر مربوط عبارت اور املاء کی غلطیوں کی بھرمار کے بعد بھی وہ بہت خوش نظر آتے ہیں۔

مفتی صاحب کے فتویٰ نادرہ کا حجم تقریباً ساڑھے چھ صفحات ہیں۔ جس ساڑھے پانچ صفحات میں مذکورہ بالا علمی شہ پاروں کو آپ نے تمہید کا نام دیا ہے اور ڈیڑھ سطر کا فتویٰ بغیر کسی دلیل و برھان کے لکھ مارا ہے۔

لیکن ساڑھے پانچ صفحات کی تمہید کے بعد بھی دل نہیں بھرا، تاسف ویاس کے ملے جلے تاثرات سے فرماتے ہیں:

> ''ان مختصر تمہیدی جملوں کے بعد......'' مجھے یوں محسوس ہوا کہ تمہید میں بے شمار 'علمی فوائد' لکھنے کے بعد ان کے پاس تمہید کے لیے اچھا خاصا مواد موجود تھا وہ انہوں نے تو قارئین پر رحم کرتے ہوئے مختصر لکھا ہے۔اس پر ہم بھی ان کے بہت مشکور ہیں۔

ہم اپنے معزز قارئین کو جناب کے الفاظ میں دیئے گئے فتویٰ کو من وعن نقل کر دیتے ہیں:

> ''مصاحف کی شکل میں اختلاف قراءات کو شائع کرنا تو درکنار عوام کے سامنے اختلاف قراءات پر مبنی تلاوت کرنے سے منع کرنا بھی واجب ہے۔''

مجھے نہیں معلوم کہ حضرت نے یہ ڈیڑھ سطر لکھ کیا تیر امارا ہے یہی کچھ انہوں نے لکھنا تھا تو ہمارے مضمون کو ہی بغور تعصب کی عینک اتار کر پڑھ لیتے اس میں بھی یہ بات موجود تھی!!

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ